اگست 2015
شوال, ذو القعدة 1436

النور انٹرنیشنل

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بین الاقوامی ترجمان

ختم نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور

اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا۔

مدیران
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نشریات

وقت مطابق برٹش سمر ٹائم

پر www.virtualmosque.co.uk

جمعہ-انگریزی	13:00	
درس-بعد از جمعہ انگریزی	14:00	
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00	
عیدین-انگریزی	11:00	

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی	13:00	سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقریر اور بحث-اُردو ہر اتوار	10:00	آئی ڈی Lahori-Ahmadi

فہرست مضامین

1: اعلانات اور خبریں 1
2: کلامِ امام فرمودات - حضرت مسیح موعودؑ 3
3: درسِ قرآن - حضرت مولانا محمد علیؒ 5

اعلانات اور خبریں

انگلستان

النور مائکروسوفٹ ورڈ میں۔ ابتک جماعت کے رسالہ جات کی کتابت اردو کے پروگرام اِن پیج میں کی جاتی تھی۔ اِس میں کئی مشکلات تھیں لیکن اِن پیج اردو کا سب سے مقبول پروگرام تھا گو یہ دوسر پروگراموں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ کافی ماہ کی محنت کے بعد جماعت اب ورڈ میں اردو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اِس سے جماعت کے کام میں مزید بہتری آئے گی۔

آن لائین ورچوئل آفس۔ جماعت کئی ماہ سے ایک آن لائین ورچوئل آفس قائم کرنے کو کوشش کر رہی تھی۔ اِس میں بہت سے مشکلات پیش آ رہی تھیں اور کبھی کبھی یوں لگتا تھا کہ ہمیں یہ کام فی الحال چھوڑ دینا پڑے گا۔ لیکن خدا تعالی نے مہینوں کی محنت کو پھل لگایا اور ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ سب سے اول مُنتظمہ کا کام یہاں مُنتقل کیا جائے گا اور اِس کے بعد ساتھ ساتھ دوسرے کام بھی۔

ایک نئ ویب سائٹ۔ کافی عرصہ سے جماعت کے لئے ایک نئ وئب سائٹ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ یہ وئب سائٹ ایک ڈرافٹ شکل میں قائم کردی گئی ہے۔ اِس کا پتہ ہے www.aaiil-urdu.org۔ انشاءاللہ اِس میں مواد اِس شکل میں ہو گا کہ کُتب کے اندر آسانی سے مطلوبہ

اِسلام انسانیت سے محبت سِکھاتا ہے۔

حوالہ ڈھونڈا جا سکے گا۔

ہم اِس کام میں کامیابی کے لئے ڈاکٹر زاہد عزیز اور محترم عدنان میر صاحب کے شکر گزار ہیں۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُنہیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور دین و دنیا میں سُرخ رو کرے۔ (آمین)

جرمنی

چیک ریپبلک سے کئی اخباری نمائندے مسجد میں تشریف لائے۔ اُنہوں نے بتایا کہ اُن کے میں اسلام اور مسلمانوں سے شدید نفرت کی جاتی ہے۔ مزید یہ بھی کہ وہاں مساجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ اخباری نمائندے عوام ک واسلام کے متعلق مستند اور درست معلومات دینا چاہتے ہیں۔ اِس طرح وہ مسلمانوں اور مساجد کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ انٹرویو ستمبر میں نشر کئے جائیں گے۔ وہ ہمارے تصورِ اسلام سے بہت متاثر تھے۔

باوجود اِس کے کہ عید جمعہ کو تھی بہت سے احباب تشریف لائے اور مسجد نمازیوں سے بھر گئی۔ خطبہ کے لئے حضرت امیر کا پیغام پڑھ کر اُس کی تشریح کی گئی۔ اور بعد میں اِس کو جرمن میں دھرایا گیا۔ جرمنی، یو ایس اے، شام، مصر، بوسنیا، البانیا، سربیا، بنگلہ دیش، یمن، مالی، سوڈان اور ٹرکی کے احباب نماز کے لئے تشریف لائے۔ نماز کے بعد باہر لان پر پکنک کا انتظام تھا۔

6 جولائی کو صوفیہ سکول کی مذہبی کلاس کے طالبعلم مسجد میں آئے۔ اُنہیں ڈیڑھ گھنٹہ اسلام پر لیکچر دیا۔

9 جولائی کو ہمبولٹ یونیورسٹی اسلام اور احمدیت پر لیکچر دیا جس کا انتظام ورلڈ ایلائنس آف ریلیجنز نے کیا تھا۔ مجلس کا موضوع نجات تھا۔ ایک پاکستانی دوست جو پہلے ہمارے ساتھ سخت نفرت کا اظہار کرتے تھے اُنہوں نے خاص طور پر لیکچر کی تعریف کی اور جماعت احمدیہ لاہور کے بارے میں سوال پوچھتے رہے۔

تُرکی سفارت خانے کے افسر برائے مذہبی امور بھی تشریف لائے۔ ہمارے نزدیکی تُرکی مسجد کے امام اُن کے ساتھ تھے۔ وہ دونوں عربی خوان ہیں اِسلئے اُن سے اچھی گفتگو رہی۔ انشاءاللہ وہ جلد ہی مسجد یا مشن ہاؤس میں اسلام پر کلاس شروع کریں گے۔ جوں جوں ملاقاتیں بڑھیں گی ہمارے تعلقات مزید بہتر ہوں گے۔ ہم سب دُعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ برلن مسجد کو اُنہی بُلندیوں پر لے جائے جس پر وہ پہلے تھا۔ ہم سب ہمت کریں تو کچھ بھی ناممکن نہیں۔ ہمت مرداں اور مدد خدا پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اوکلینڈ، کیلیفورنیا

حمید جہانگیری صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ احباب نے اِس مسجد میں بھی اپنے روایتی جوش و خروش سے عید منائی۔ اِس دفعہ خطبہ صدرِ جماعت محترم محمد مصطفی صاحب نے دیا۔ محترم محمد مصطفی اور اُن کا سارا خاندان صرف رضائے الہیٰ کی خوشنودی کے لئے پچھلے 20 سال سے جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ جماعت نے اپنی مسجد میں دیئے گئے خطبات وغیرہ محفوظ کرنے کے لئے اپنے ایک ویب سائٹ بھی بنائی ہے۔ اِس کا ایڈریس یہ ہے http://www.oaklandmasjid.com/

کلامِ امام

اس جگہ اس سوال کا حل کرنا بھی ضروری ہے کہ مسیح کس عمدہ اور اہم کام کے لئے آنے والا ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ دجال کے قتل کرنے کے لئے آئے گا تو یہ خیال نہایت ضعیف اور بودہ ہے کیونکہ صرف ایک کافر کا قتل کرنا کوئی ایسا بڑا کام نہیں جس کے لئے ایک نبی کی ضرورت ہو خاص کر اس صورت میں کہ کہا گیا کہ اگر مسیح قتل بھی نہ کرتا تب بھی دجال خود بخود پگھل کر نابود ہو جاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مسیح کا آنا اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ تا تمام قوموں پر دین اسلام کی سچائی کی حجت پوری کرے تا دنیا کی ساری قوموں پر خدائے تعالیٰ کا الزام وارد ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو

کہا گیا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی دلائل بینہ اور براہین قاطعہ کی رو سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ اسلام کو غلطیوں اور الحاقات بیجا سے منزہ کر کے وہ تعلیم جو روح اور راستی سے بھری ہوئی ہے خلق اللہ کے سامنے رکھے۔

تیسرا کام مسیح کا یہ ہے کہ ایمانی نور کو دنیا کی تمام قوموں کے مستعد دلوں کو بخشے اور منافقوں کو مخلصوں سے الگ کر دیوے سو یہ تینوں کام خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کے سپرد کیے ہیں اور حقیقت میں ابتدا سے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدد ہوگا اور اعلیٰ درجہ کی تجدید کی خدمت خدائے تعالیٰ اس سے لے گا اور یہ تینوں امور وہ ہیں جو خدائے تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے جو اس عاجز کے ذریعہ سے ظہور میں آویں سو وہ اپنے ارادہ کو پورا کرے گا اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احادیث صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہیں کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اترے گا اور دمشق کے منارۂ شرقی کے پاس اس کا اترنا ہوگا اور دو فرشتوں کے کندھوں پر اس کے ہاتھ ہوں گے تو اس مصرح اور واضح بیان سے کیونکر انکار کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان سے اترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اترے بلکہ صحیح حدیثوں میں تو آسمان کا لفظ بھی نہیں ہے اور یوں تو نزول کا لفظ عام ہے جو شخص ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ ٹھہرتا ہے اس کو بھی یہی کہتے ہیں کہ اس جگہ اترا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ لشکر اترا ہے یا ڈیرہ اترا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ لشکر یا وہ ڈیرہ آسمان سے اترا ہے ماسوائے اس کے خدائے تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں صاف فرما دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی آسمان سے ہی اترے ہیں بلکہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوہا بھی ہم نے آسمان سے اتارا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان سے اترنا اس صورت اور رنگ کا نہیں ہے جس صورت پر لوگ خیال کر رہے ہیں اور باوجود عام طور استعارات کے پائے جانے کے جن سے حدیثیں پر ہیں اور مکاشفات اور رویا صالحہ آنحضرت ﷺ ان سے بھری پڑی ہیں پھر دمشق کے لفظ سے دمشق ہی مراد رکھنا دعویٰ بلادلیل والتزام مالا یلزم ہے اور یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں بعض امور کا اخفا اور بعض کا اظہار ہوتا ہے اور ایسا ہونا شاذونادر ہے کہ من کل الوجوہ اظہار ہی ہو کیونکہ پیش گوئیوں میں حضرت باری تعالیٰ کے ارادہ میں ایک قسم کی خلق اللہ کی آزمائش بھی منظور ہوتی ہے اور اکثر پیشگوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں کہ یُضل بہ کثیراً ویہدی بہ کثیرا۔ اسی وجہ سے ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیشگوئی کے ظہور کے وقت دھوکا کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کرنے والے اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیشگوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا ہو پورا ہو جائے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ مثلاً مسیح کی نسبت بعض بائبل کی پیشگوئیوں میں یہ درج تھا کہ وہ بادشاہ ہوگا لیکن چونکہ مسیح غریبوں اور مسکینوں کی صورت پر ظاہر ہوا اس لئے یہودیوں نے اس کو قبول نہ کیا اور اس رد و انکار کی وجہ صرف الفاظ پرستی تھی کہ انہوں نے بادشاہت کے لفظ کو فقط ظاہر پر محمول کر لیا ایسا ہی حضرت موسیٰ کی توریت میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفی ﷺ کی نسبت پر پیشگوئی درج تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے پیدا ہوگا اس لئے یہودی لوگ اس پیشگوئی کا منشا یہی سمجھتے رہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوگا حالانکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں خدائے تعالیٰ قادر تھا کہ بجائے بنی اسرائیل کے بھائیوں کے بنی اسماعیل ہی لکھ دیتا تا کروڑہا آدمی ہلاکت سے بچ جاتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اس کو ایک عقدہ درمیان میں رکھ کر صادقوں اور کاذبوں کا امتحان منظور تھا اسی بنا پر اور اسی مدعا کی غرض سے تمثیل کے پیرایہ میں یا استعارہ کے طور پر بہت باتیں ہوتی ہیں جن پر نظر ڈالنے والے دو گروہ ہو جاتے ہیں ایک وہ گروہ کہ جو فقط ظاہر پرست اور ظاہر بین ہوتا ہے اور استعارات سے بکلی منکر ہو کر ان پیشگوئیوں کے ظہور کو ظاہری صورت میں دیکھنا چاہتا ہے یہ وہ گروہ ہے کہ جو وقت پر حقیقت حقہ کے ماننے سے اکثر بے نصیب اور محروم رہ جاتا ہے بلکہ سخت درجہ کی عداوت اور بغض اور کینہ تک نوبت پہنچتی ہے جس قدر دنیا میں ایسے نبی یا ایسے رسول آئے جن کی نسبت پہلی کتابوں میں پیش گوئیاں موجود تھیں ان کے سخت منکر اور اشد دشمن وہی لوگ ہوئے ہیں کہ جو پیشگوئیوں کے الفاظ کو ان کی ظاہری صورت پر دیکھنا چاہتے تھے مثلاً ایلیا نبی کا آسمان سے اترنا اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں آنا بائبل میں اس طرح پر لکھا ہے کہ ایلیا نبی جو آسمان پر اٹھایا گیا پھر دوبارہ وہی نبی دنیا میں آئے گا ان ظاہر الفاظ پر یہودیوں نے سخت پنجہ مارا ہوا ہے اور باوجودیکہ حضرت مسیح جیسے ایک بزرگوار نبی نے صاف صاف گواہی دی کہ وہ ایلیا جس کا آسمان سے اترنا انتظار کیا جاتا ہے یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے کہ جو آپ کا مرشد ہے لیکن

یہودیوں نے قبول نہ کیا بلکہ انہیں باتوں سے حضرت مسیح پر سخت ناراض ہو گئے اور حضرت مسیح کی نسبت یہ خیال کرنے لگے کہ وہ توریت کی عبارتوں کو اور معنی کر کے بگاڑنا چاہتا ہے کیونکہ انہیں اپنے اپنے جسمانی خیال کی وجہ سے پختہ طور پر امید لگی ہوئی تھی چنانچہ ابھی تک وہی خیال خام دل میں ہے کہ سچ مچ ایلیا یہودیوں کی جماعت کے سامنے آسمان سے اترے گا اور فرشتے اس کے دائیں بائیں اپنے ہاتھوں کا سہارا دیکر بیت المقدس کی کسی اونچی عمارت پر لاکر اتار دیں گے پھر کسی زینہ کے ذریعہ سے حضرت ایلیا نیچے اتر آئیں گے اور یہودیوں کے تمام خالفوں کو روئے زمین سے نابود کر ڈالیں گے اور چونکہ ان کی کتابوں میں جو کتب الہامیہ ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آسمان سے اترے اسی وقت کی وجہ سے یعنی اس سبب سے کہ ایلیا ان کے گمان میں اب تک آسمان سے نہیں اترا مسیح ابن مریم پر وہ ایمان نہیں لائے اور صاف کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے کیونکہ وہ مسیح جس کی ہمیں انتظار ہے ضرور ہے کہ اس سے پہلے ایلیا آسمان سے اتر کر اس کی راہوں کو درست کرے اس کے جواب میں ہر چند حضرت مسیح نے بہت زور دے کر انہیں کہا کہ وہ ایلیا جو آنے والا تھا یہی یحیٰؑ ذکریا کا بیٹا ہے جس کو تم نے شناخت نہیں کیا لیکن یہودیوں نے مسیح کے اس قول کو ہر گز قبول نہیں کیا بلکہ خیال کہ یہ شخص توریت کی پیشگوئیوں میں الحاد اور تحریف کر رہا ہے اور اپنے مرشد کو ایک عظمت دینے کے لئے ظاہری معنی کو کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنا رہا ہے۔ سو ظاہر پرستی کی شامت نے یہودیوں کو حقیقت فہمی سے محروم رکھا اور مجرد الفاظ پر زور مارنے اور استعارہ کو حقیقت سمجھنے کی وجہ سے ابدی لعنتوں کا ذخیرہ انہیں ملا حالانکہ وہ بجائے خود اپنے تئیں معذور سمجھتے تھے کیونکہ ان کی بائبل کے ظاہری الفاظ پر نظر تھی۔ افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائی بھی اسی گرداب میں پڑے ہوئے ہیں اور حضرت مسیح کی نسبت یہودیوں کی طرح ان کے دلوں میں یہی خیال جما ہوا ہے کہ ہم انہیں سچ مچ آسمان سے اترتے دیکھیں گے اور یہ اعجوبہ ہم بچشم خود دیکھیں گے کہ حضرت مسیح زرد رنگ کی پوشاک پہنی ہوئی آسمان سے اترتے چلے آتے ہیں اور دائیں بائیں فرشتے ان کے ساتھ ہیں اور تمام بازاری لوگ اور دیہات کے آدمی ایک بڑے میلہ کی طرح اکٹھے ہو کر دور سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور چھوٹے بڑے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ وہ آئے وہ آئے یہاں تک کہ دمشق کے شرقی منارہ پر اتر آئے اور بذریعہ زینہ کے نیچے اتارے گئے اور ایک دوسرے سے سلام علیک اور مزاج پرسی ہوئی۔ تعجب کہ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ دنیا میں کہ ایک دار الابتلا جگہ ہے ایسے معجزات ظہور پذیر ہر گز نہیں ہوتے ورنہ دعوت اسلام ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہو جائے۔ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ کفار مکہ نے اسی قسم کا معجزہ ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ افضل الرسل سے بھی مانگا تھا یہ جواب جن کو صاف دیا گیا کہ ایسا ہونا سنت اللہ سے باہر ہے افسوس کہ ہماری قوم کے لوگ استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے سخت پیچوں میں پھنس گئے ہیں اور ایسی سخت مشکلات کا سامنا انہیں پیش آ گیا ہے کہ اب ان سے بآسانی نکلنا ان لوگوں کے لئے سخت دشوار ہے اور جو نکلنے کی راہیں ہیں وہ انہیں قبول نہیں کرتے مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا اس لفظ کو ظاہری لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے زرد رنگ پہننے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر اس لفظ کو ایک کشفی استعارہ قرار دیکر معبرین اور تجارب کے موافق اس کی تعبیر کرنا چاہیں تو یہ معقول تعبیر ہو گی کہ حضرت مسیح اپنے ظہور کے وقت یعنی اس وقت میں کہ جب وہ مسیح ہونے کا دعویٰ کریں گے کسی قدر بیمار ہونگے او رحالت صحت اچھی نہیں رکھتے ہوں گے کیونکہ کتب تعبیر کی رو سے زرد رنگ پوشاک پہننے کی یہی تاویل ہے اور ظاہر ہے کہ یہی تاویل عالم کشف اور رویا کی نہایت مناسب حال اور سراسر معقول اور قریب قیاس ہے کیونکہ تعبیر کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے عالم رویا یا عالم کشف میں زرد رنگ کی پوشاک دیکھی جائے تو اس کی یہ تعبیر کرنی چاہئے کہ وہ شخص بیمار ہے یا بیمار ہونے والا ہے کاش اگر اس محققانہ مذاق کے موافق ہمارے مفسر اور محدث اس فقرہ کی یہی تاویل کرتے یعنی یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح ظہور فرما کر اپنا مسیح موعود ہونا خلق اللہ پر ظاہر کرے گا تو اس وقت اس کی صحت کی حالت اچھی نہیں ہو گی بلکہ ضرور کسی قسم کی علالت جسمانی اور ضعف بدنی اس کے شامل حال ہو گا جو اس کے ظہور کے لئے ایک خاص وردی کی طرح ایک علامت اور نشانی ہو گی تو ایسی تاویل کیا عمدہ اور لطیف اور سراسر راستی پر مبنی ہوتی لیکن افسوس کہ ہمارے علماء نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تو اپنی نہایت سادگی اور خام خیالی کی وجہ سے بعینہٖ یہودیوں کی طرح انتظار کر رہے ہیں کہ سچ مچ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو ایک زرد رنگ کی پوشاک زعفران کے رنگ سے رنگین کی ہوئی اس کے زیب تن ہو گی کاش اگر ایسے علما کو کبھی ایسی خواب بھی آئی ہوتی کہ انہوں نے زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور پھر

اس کے بعد بیمار بھی ہو جاتے تو آج ان کی نگاہ میں ہماری یہ باتیں قابل قدر ٹھہرتیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ روحانی کوچہ میں ان کو دخل ہی نہیں یہودیوں کے علماء کی طرح ہر یک بات کو جسمانی قالب میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں لیکن ایک دوسرا گروہ بھی ہے جن کو خدائے تعالیٰ نے یہ بصیرت اور فراست عطا کی ہے کہ وہ آسمانی باتوں کو آسمانی قانون قدرت کے موافق سمجھنا چاہتے ہیں او راستعارات اور مجازات کے قائل ہیں مگر افسوس کہ وہ لوگ بہت تھوڑے ہیں اور اکثر یہی جنس ہماری قوم میں بکثرت پھیلی ہوئی ہے کہ جو جسمانی خیالات پر گرے جاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ خدائے تعالیٰ کا عام قانون قدرت جو اس کی وحی او راس کے مکاشفات کے متعلق ہے صریح صریح ان کے زعم کے مخالف شہادت دے رہا ہے صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور دراصل اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔ ایک شخص کو انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگیا اور پھر صبح اس کا کوئی ہمرنگ آجاتا ہے انبیاء کی کلام میں تمثیل کے ساتھ یا استعارہ کے طور پر بہت باتیں ہوتی ہیں دیکھو ہمارے سید و مولیٰ ﷺ نے اپنے ازواج مطہرات امہات المومنین کو فرمایا تھا کہ تم میں سے پہلے اس کی وفات ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے اور ان تمام اہل بیت کو اس حدیث کے سننے سے یہی یقین ہوگیا تھا کہ درحقیقت لمبے ہاتھوں سے ان کا لمبا ہونا ہی مراد ہے یہاں تک کہ آنجناب کی ان پاکدامن بیویوں نے باہم ہاتھ ناپنے شروع کیے لیکن جب سب سے پہلے زینب رضی اللہ عنہانے وفات پائی تب انہیں سمجھ آیا کہ لمبے ہاتھوں سے ایثار اور سخاوت کی صفت مراد ہے جو زینب رضی اللہ عنہا پر سب کی نسبت زیادہ غالب تھی۔ (ازالہ اوہام)

تفسیر سورۃ فاتحہ

حضرت مولانا محمد علیؒ

نام: اس سورہ شریفہ کا سب سے مشہور نام الفاتحہ یا فاتحۃ الکتاب ہے۔سورتوں کے اسماء جن سے وہ مشہور ہیں' بہت سے صحیح احادیث میں پائے جاتے ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مروی ہیں۔سورتوں کے نام توقیفی ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے اسماء توقیفی ہیں یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہونے کی وجہ سے منجانب اللہ ہیں چنانچہ اس سورت کا نام الفاتحۃ یا فاتحۃ الکتاب بھی حدیث میں مروی ہے۔فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی جیساکہ ابوداؤد اور ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہے جس میں فرمایا: لاصلوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب یعنی فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور بھی کئی حدیثوں میں یہ نام آتا ہے مثلاً صحیحین میں عبادہ بن صامت کی روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب جو شخص فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔فاتحہ کے اور نام: خود قرآن شریف میں سورہ الحجر میں اس کا نام سبعا من المثانی آیا ہے یعنی سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہے اورحدیث صحیح میں اس کا نام اُمّ القراٰن یا اُمّ الکتاب بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑا اور خلاصہ ہے' اور نام بھی وارد ہیں جیسے الدعاء،الصلوۃ،الشفاء، الکنز،الحمد۔امام سیوطیؒ نے پچیس نام اتقان میں لکھے ہیں۔

خلاصہ مضمون: اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی چار صفات: اس سورت میں کل سات آیات ہیں جن میں سے پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات کاملہ کا ذکر ہے،جن پراس دنیا کا کل نظام قائم ہے۔ربوبیت یعنی پہلی آیت میں ربوبیت یا وہ صفت جوہر ایک مخلوق کو اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے۔رحمانیت: دوسری آیت میں رحمانیت یاوہ صفت جوہرشے کے اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے ضروری اسباب اس کے وجود میں آنے سے بھی پہلے مہیا فرماتی ہے۔رحیمیت: اور رحیمیت یعنی وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر اعلیٰ درجہ کے ثمرات مرتب فرماتی ہے۔ مالکیت: اور تیسری آیت میں مالکیت یا وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے پر یا قوانین کی خلاف ورزی پر سزا دیتی ہے تاکہ نظامِ عالم قائم رہے اورچیزیں اپنے کمال کو پہنچتی رہیں، چوتھی آیت میں بندہ کا یہ اقرار ہے کہ صرف وہی ذات پاک جس کی محامد پہلی تین آیات میں مذکور ہیں لائق عبادت ہے اور صرف اسی سے ہرقسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔ فاتحہ کے دوحصے اور ان کا باہم تعلق: آخری تین آیات میں راہِ راست پر چلنے اور تفریط وافراط سے بچنے کی دعا ہے پس پہلی تین آیات صرف محامد الٰہی کے لئے ہیں آخری تین بندہ کے لئے کہ وہ اعلیٰ انعامات کاوارث ہو اوردرمیانی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد کا تعلق ہے یعنی دونوں میں مشترک ہے اور اس سے پہلے حصہ یعنی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا تعلق درحقیقت پہلی تین آیتوں سے ہے کیونکہ وہ کامل محامد جن کاذکران آیات میں

ہے اسے مستحق عبادت ٹھہراتی ہیں اور جب وہ مستحق عبادت ہوا تو اعانت کا طلب کرنا بھی اسی سے ضروری ہوا اب اس پچھلے حصہ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن کا تعلق پہلے حصہ سے قائم ہوگیا اور پھر اس استعانت کی تشریح آخری تین آیات میں فرمائی اور یوں اس کا تعلق آخری تین آیات سے ہوگیا یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ صلوٰۃ یعنی فاتحہ مجھ میں اور میرے بندہ میں نصف نصف ہے قال اللہ قسمت الصلوٰۃ بنی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسائل

فاتحہ کے ابتدا میں رکھا جاجانے کی وجہ اس کی عظمت ہے:

صحیح احادیث میں اس کو اعظم السور فی القرآن کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت ، اس کی عظمت اول تو خود اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں جسے مومن کا معراج قرار دیا گیا ہے ہر رکعت میں اس سورت کا پڑھنا ضروری ہے اس کے ساتھ اور جہاں سے چاہے پڑھ لے خلاصہ تعلیم قرآنی: پھر اس کا نام اُمّ الکتاب بتاتا ہے کہ یہ سورت گویا قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ قرآن کریم کی اصل غرض محامد الٰہی کا بیان کرنا اور انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچانا ہے چنانچہ اس سورت کے پہلے حصہ میں وہ محامد مذکور ہیں اور پچھلے حصہ میں انسانی کمال کے حصول کا ذکر ہے پھر اس سورت کو اَلۡحَمۡدُ اللہ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن سے شروع کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا ہی ذکر کر دیا بلکہ نسلِ انسانی کی بھی وحدت کی بنیاد رکھ دی اور عالمین کا لفظ استعمال فرما کر ساری تفریقات قومی کو دور کر دیا اور یہی مذہب کا خلاصہ ہے کہ وہ خدا کی ربوبیت اور انسانوں کی اخوت کو قائم کرے اور ان الفاظ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن سے بہتر الفاظ میں یہ خلاصہ نہیں ہوسکتا۔

فاتحہ میں عقائد باطلہ کی تردید:

پھر اس سورت کے اندر جن صفاتِ الٰہی کا ذکر ہے وہ گویا کل صفاتِ الٰہی کے لئے بطور اُم یا جڑ کے ہیں یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت انہی سے باقی صفاتِ الٰہی بھی پیدا ہوتی ہیں اور ان چار صفات میں دوسرا کمال یہ ہے کہ مذاہب عالم کے کل اصولِ باطلہ کی ان میں تردید ہے۔ صفت ربوبیت میں اس بات کا رد ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے وہ روح اور مادہ کا بھی رب ہے اس لئے روح اور مادہ اس کی کسی صفت میں جیسے غیر مخلوق ہونا شریک نہیں ہوسکتے ایسا ہی بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی تردید ہے کیونکہ مستحق حمد و عبادت وہی ذات ہوسکتی ہے جو دوسروں کی ربوبیت کرے اور ربوبیت کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے۔ صفتِ رحمانیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلابدل رحم کرتا ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہے کیونکہ کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم بلابدل نہیں کرسکتا اس لئے اس کا بیٹا انسانوں کے گناہوں کا معاوضہ بنایا جاتا ہے مگر رحمانیت چاہتی ہے کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل بھی ہو، جیسا کہ اس کی مخلوق میں ہم کو نظر آتا ہے کہ انسانوں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے وہ ان کے لئے سامان مہیا فرماتا ہے صفت رحیمیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے قوانین کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے ایسے عقائد کی تردید ہے جو انسان کے اعمال کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی محدود قرار دیتے ہیں اور اس لئے نجات کو عارضی قرار دیتے ہیں صفتِ مالکیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گو قوانین کی نافرمانی پر سزا دیتا ہے مگر اس کا معاملہ اپنی خلق کے ساتھ مالک کا معاملہ اپنے ملک کے ساتھ تناسخت وغیرہ عقائد کی تردید ہے جن کی رو سے اللہ تعالیٰ کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا اور اس لئے ہر گناہ کی پاداش میں اسنان کو بے شمار جونوں میں گزرنا پڑتا ہے۔ میانہ روی کی تعلیم: اور جس طرح عقائد باطلہ کی تردید اس حصہ میں ہے پچھلے حصہ میں ہر ایک قوم کی افراط و تفریط کی تردید ہے سوائے اسلام کے جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف ایک خاص شاخ اخلاقِ انسانی پر ہی سارا زور دیتے ہیں اور اس لئے ان میں تفریط وافراط کی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں یعنی ایک شاخ پر حد سے زیادہ زور دیا اور دوسری کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہاں اعتدال یا میانہ روی قرار دیا گیا ہے جو ایک طرف تفریط سے بچاتا ہے اور دوسری طرف افراط سے محفوظ رکھتا ہے پس یوں سورہ فاتحہ میں ہر ایک باطل کی تردید بھی موجود ہے اور اس کے بالمقابل عقائد اور اعمال میں ان اصولِ حقہ کی تعلیم ہے جو بطور بنیاد کے ہیں۔ بہترین دعا: پھر جو دعا اس سورت میں سکھائی گئی ہے وہ دعا بھی اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ عیسائی دعا سے مقابلہ: عیسائیوں کو اپنے خداوند کی دعا کے متعلق بہت کچھ دعویٰ ہے مگر فاتحہ کے بالمقابل یہ دعا کچھ بھی نہیں، وہاں روز کی روٹی کی التجا ہے یہاں

صراط مستقیم کی یعنی کمالِ انسانی کے حصول کی اس سے دونوں دعاؤں کے مقاصد میں فرق ظاہر ہوتا ہے پھر وہاں گناہوں کی معافی کی التجا ہے یہاں اس مقام پر پہنچنے کی آرزو ہے جہاں گناہ ہی انسان سے سرزد نہ ہو اور نہ کسی قسم کے حقوق میں تفریط واقع ہو نہ افراط گویا یہ بے گناہ یا معصوم بن جانے کی دعا ہے پس کامل اصولِ حقہ کے سکھانے میں اصولِ باطلہ کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سکھانے میں اور کمالِ انسانی تک پہنچانے میں اس کی نظیر نہ تورات میں ملتی ہے نہ انجیل میں ایسا ہی جو تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِین کے مختصر فقرہ میں قائم کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔ بہترین وظیفہ: جو لوگ وظائف کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں وہ اگر افضل الدعا سے کام لیں تو بہت جلد اپنے مقاصد کو پاسکتے ہیں سورہ فاتحہ سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں اور یہ وہ وظیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

زمانۂ نزول: نہ صرف اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی، ابتدائی وحی: بلکہ اس پر بھی کہ مکی وحی میں بھی نہایت ابتدائی زمانہ کی ہے۔ نماز باجماعت کی ابتدا: یہ سورت ابتدا سے نماز میں پڑھی جاتی تھی اور نماز مکہ میں برابر پڑھی جاتی تھی بلکہ بعثتِ نبوی کے چوتھے سال کا یہ واقعہ کہ سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کے پاس ایک میدان میں نماز پڑھ رہے تھے جس پر کفار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور اس کے بعد راقم کا گھر نماز پڑھنے کے لئے منتخب کیا گیا بتاتا ہے کہ چوتھے سال سے پیشتر نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی تھی اور اس لئے سورہ فاتحہ بھی پڑھی جاتی تھی اس کے ابتدائی نزول کے متعلق صرف قیاس اور قرائن ہی نہیں، نزول میں سب سے پہلی مکمل سورت: بلکہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ فاتحہ اوّل شئی انزل من القراٰن ہے یعنی سب سے پہلے جو چیز قرآن سے نازل ہوئی اس حدیث کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے۔ اس پر جرح یہ ہوئی ہے کہ بالاتفاق اقرأ باسم ربّک سب سے پہلے نازل ہوا ہے مگر غالب مراد اوّل شئی سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پوری سورت جس کا نزول سب سے پہلے ہوا فاتحہ ہے کیونکہ سورۂ علق کی صرف پانچ آیتیں صدر کی پہلے نازل ہوئیں اور بقیہ حصہ بعد میں نازل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قرآن کریم میں سوائے براءۃ کے سب سورتوں کی ابتدا میں لکھی جاتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰہ کا نزول ہر سورت کی ابتدا میں: اور اس کا نزول ہر سورت کی ابتدا میں صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سورۃ کی علیحدگی کو نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ آپ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوتی اس سے یہ ثابت ہے کہ ہر سورہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی البتہ یہ آیت قرآن کریم کی کسی سورہ کی آیات کے اندر شمار نہیں ہوتی اور نہ ہی فاتحہ کے ہر سورت میں مستقل آیت ہے: ابن کثیر میں ہے کہ ابوداؤد نے کہا کہ ہر ایک سورہ کی ابتدا میں یہ ایک مستقل آیت ہے اس سورۃ میں سے نہیں اور یہی امام احمد بن حنبل سے روایت ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا صحیح مذہب ہے۔

بسم اللہ ہر سورہ کا خلاصہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں ایک مستقل آیت ہے اس لئے کہ جس طرح سورۂ فاتحہ خلاص ہے کل قرآن کریم کا بسم اللہ الرحمن الرحیم خلاصہ ہے سورۂ فاتحہ کا اس لئے کل قرآن کریم کا بھی یہ خلاصہ ہے اور چونکہ قرآن کریم کی ہر ایک سورہ بجائے خود بھی ایک کتاب ہے کہ اس کے اندر ایک مستقل مضمون ہے اس لئے ہر سورہ کی ابتدا میں بھی اسے ایک مستقل آیت رکھا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ کا خلاص: اور سورہ فاتحہ کا اس کا خلاصہ ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ فاتحہ میں جن چار صفاتِ الٰہی کا ذکر ہے ان میں سے یہاں دو کا انتخاب کیا گیا ہے یعنی وہاں ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت کی صفات ہیں جو کل صفاتِ الٰہی کے لئے بطور اُمّ کے ہیں یہاں ان میں سے دو صفات رحمانیت اور رحیمیت کا انتخاب کرلیا گیا ہے۔ نظامِ عالم رحمانیت ورحیمیت پر ہے: اور اگر غور کیا جائے تو سامانوں کا مہیا ہونا اور جب ان سامانوں کو کام میں لایا جائے تو اس پر اجر کا مرتب ہونا یہی سلسلہ نظامِ عالم ہے جس پر کل کاروبار کا دار و مدار ہے جس قدر سامانِ زندگی اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیئے ہیں جیسے ہوا، پانی، آگ، سورج وغیرہ ایسا ہی اس کے قوانین یہ سب کچھ صفت رحمانیت کا ظہور ہے اور جب ان چیزوں کو ہم اپنے کام میں لاتے ہیں تو ان سے نتائج کا پیدا ہونا صفت رحیمیت کا ظہور ہے۔ نظام روحانی بھی رحمانیت ورحیمیت پر ہے: پس ہماری جسمانی زندگی کے سلسلہ میں یہی دو صفات اصلی کام کرنے والی ہیں یہی حالت ہماری روحانی بقا کی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ صفت رحمانیت کے تقاضا سے ہمیں اپنی طرف سے قانون اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے عطا فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اور جب ان شرائع اور قوانین کو ہم اپنے عمل میں لاتے ہیں تو ان پر نتائج مترتب فرماتا ہے پس نظام جسمانی اور نظام روحانی دونوں کا

قیام انہی دو صفات سے ہے۔ اسم اعظم: اس لئے بعض نے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اللہ اَلرَّحْمٰن، اَلرَّحِیم قرار دیا ہے (زرقانی) اورنہ صرف صفات الٰہی کا ہی بسم اللہ میں خلاصہ آگیا ہے بلکہ وہ نصف حصہ جو سورہ فاتحہ میں بندہ کے لئے ہے اس کو یہاں ایک باسے ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ وہ حصہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن سے شروع ہوتا ہے اور یہاں بھی با استعانت کے لئے ہے۔ بسم اللہ میں عملی توحید: یوں بسم اللہ ہر مسلمان کی زندگی میں عملی توحید کا سبق ہے۔

بسم اللہ امر الٰہی کی تعمیل بھی ہے: یہ امر بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم درحقیقت اس امر الٰہی کو بھی تعمیل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ہوا۔ بخاری میں ہے کہ جب آپ غارِ حرا میں حسب معمول عباداتِ الٰہی میں مصروف تھے تو فرشتہ آیا اور کہا اِقْرَاء یعنی پڑھ۔ آپ نے کہا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا فرشتہ نے پھر وہی لفظ دوہرائے اور آپ نے بھی جواب کا اعادہ کیا اور اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ الخ تو اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو سکھایا کہ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کس طرح پڑھا جاتا ہے۔ بسم اللہ کی ابتدا: چنانچہ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد دوسری وحی جو نازل ہوئی وہ یہی تھی بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ اَلْحَمْدُ اللہ رَبِّ الْعَالَمِینَ سورت کے آخر تک گویا اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو تعلیم دی کہ وہ خدا کی مدد کس طرح طلب کیا کرے۔ بسم اللہ سے کام میں برکت ہوتی ہے: اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی یوں ہے ہر ایک کام جسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے اور یقیناً جو شخص اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے استعانت کا طالب ہوگا اسے برکت ملے گی۔ (جاری ہے)

احمدیت ہی نشاۃ ثانیہ اسلام ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب

اور

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ”اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“، ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔“

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ بمطابق فرمان نبوی حضرت محمد ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کا دعوی مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ”اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

عالمگیر (ذیلی) مرکز

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط و کتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ15

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: info@aaiil.uk